عورتوں کو کامل حریت دو۔

(فرمودہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۷ء بعد نماز ظہر)

مؤرخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بعد نماز ظہر چوہدری سردار خان ولد اصالت خان صاحب کے نکاح ہمراہ عائشہ بیگم بنت چوہدری چراغ دین صاحب کا اعلان فرمایا۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

گو اس وقت گلے کی تکلیف سے میرے لئے بولنا مشکل ہے۔ لیکن چونکہ پچھلے دنوں چند نکاح جو ہوئے ہیں ان میں اختلاف پیدا ہوا ہے اس لئے اس خطبہ میں مَیں اختصار کے ساتھ مرد و عورت کے بعض فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں خدا کے نزدیک دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ جس طرح مرد خدا کا بندہ ہے اسی طرح عورت خدا کی بندی ہے جیسے مرد خدا کا غلام ہے ویسے ہی عورت خدا کی لونڈی ہے۔ جیسے مرد آزاد اور حُر ہے ویسے ہی عورت آزاد ہے۔ دونوں کو حقوق حاصل ہیں۔ عورت گائے یا بھینس کی طرح نہیں کہ لیا اور باندھ لیا۔ انسانیت کے لحاظ سے عورت ویسی ہی ہے جیسے کوئی مرد۔ آزادی ایک قیمتی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایسا ہی حصہ دیا ہے جیسا کہ مرد کو اور دونوں پر بعض فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

بعض مرد اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے وہ سمجھتے ہیں کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ۔ [1] کے ماتحت عورتوں پر حاکم ہیں حالانکہ ان کو درجہ نگرانی کا ملا ہے مگر نگرانی سے حریت میں فرق

نہیں پڑتا۔ بادشاہ نگران ہے، خلیفہ نگران ہوتا ہے اسی طرح حاکم وقت نگران ہوتا ہے مگر کیا کوئی حکم یا قانون یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جو چاہیں معاملہ کرلیں۔ نگران تو اس بات کا ہوتا ہے کہ جو حق اس کو ملا ہے اسے وہ شریعت کے احکام کے مطابق استعمال کرے نہ یہ کہ جو چاہے کرے۔ نگران کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو شریعت کے ماتحت چلائے مگر ہمارے ہاں اس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ جو چاہا کرلیا۔ اس وجہ سے بعض لوگ عورتوں کو حقوق دینے کو تیار نہیں۔ وہ ان کو گائے بکری سمجھتے ہیں اور عورتوں پر جبریہ حکومت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ایسی حکومت تو خدا بھی نہیں کرتا۔ وہ تو کہتا ہے تم وہی کہو جو تمہاری ضمیر کہتی ہے۔ پھر خدا بھی بغیر اتمام حجت کے سزا نہیں دیتا۔ باوجود اس بات کے کہ وہ مالک ہے تو پھر مرد کے مقابلہ میں عورتوں کو آزادی ضمیر کیوں حاصل نہیں۔

اس کے برخلاف دوسری حد بھی خطرناک ہے جو عورتوں کی طرف سے ہے۔ قَوَّامُوْنَ کا لفظ بھی آخر کسی حکمت کے ماتحت ہے۔ یہ قانون خدا کا بنایا ہوا ہے جو خود نہ مرد ہے نہ عورت اس پر طرف داری کا الزام نہیں آسکتا۔ پس ایسی ہستی کے قوانین شافی ہوسکتے ہیں۔ عورت عموماً عورت کی طرف دار ہوتی ہے اور مرد کے طرف دار مرد۔ مگر خدا کو دونوں کا پاس نہیں۔ وہ خالق ہے۔ جو طاقتیں اس نے مرد کو دی ہیں ان کا اس کو علم ہے اور انہی کے ماتحت اس نے اختیارات دیئے ہیں۔ قَوَّامُوْنَ کے بہرحال کوئی معنے ہیں جو عورت کی آزادی اور حریت ضمیر کو باطل نہیں کرتے۔ اس کے لئے عورت کے افعال، اس کے ارادے، اس کا دین و مذہب قربان نہیں ہوسکتے مگر قَوَّامُوْنَ بھی قربان نہیں ہوسکتا۔ نہ اس کا وجود وہی ہوسکتا ہے قوام نظر آنا چاہئے۔ اس کے متعلق مثال بیان کرتا ہوں۔

شریعت کا حکم ہے کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے۔ مگر اس کے باوجود مرد عورت کو اس کے والدین سے ملنے سے نہیں روک سکتا۔ اگر کوئی مرد ایسا کرے تو یہ کافی وجہ خلع کی ہوسکتی ہے۔ والدین سے ملنا عورت کا حق ہے مگر وقت کی تعیین اور اجازت مرد کا حق ہے۔ مثلاً خاوند یہ کہہ سکتا ہے کہ شام کو نہیں صبح کو مل لینا یا اس کے والدین کو اپنے گھر بلالے یا اس کو والدین کے گھر بھیج دے۔ مگر جس طرح مرد اپنے والدین کو ملتا ہے۔ اسی طرح عورت کا بھی حق ہے سوائے ان صورتوں کے کہ دونوں کا سمجھوتہ ہوجائے۔ مثلاً جب فساد کا اندیشہ ہو یا فتنے کا ڈر ہو۔ مرد تو پہلے ہی الگ رہتا ہے۔ مگر عورت خاوند کی مرضی کے خلاف باہر نہیں

جاسکتی۔ ہاں خاوند اگر ظلم کرے تو قاضی کے پاس وہ شکایت پیش کر سکتی ہے لیکن اگر خاوند اس میں روک ڈالے اور گھر سے باہر نہ نکلنے دے تو پھر وہ گھر سے بلا اجازت باہر نکل سکتی ہے مگر اس کا فرض ہے کہ جلد ہی مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کر دے تا قاضی دیکھ لے کہ آیا اس کے باہر نکلنے کے کافی وجوہ ہیں یا نہیں۔ پھر وہ اس کو خواہ باہر رہنے کی اجازت دے دے یا گھر میں واپس لوٹنے کا حکم دے۔

پس اگر خاوند ظلم کرتا ہو اور حقوق میں روک ڈالتا ہو اور قضاء میں جانے نہ دے تو پھر عورت بلا اجازت شوہر باہر نکل سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ قلیل ترین عرصہ میں وہ اس کے خلاف آواز اٹھائے (مثلاً ۲۴ گھنٹے کے اندر یا اگر مقدمہ عدالت میں ہو تو جتنا عرصہ درخواست کے دینے میں عموماً لگتا ہے۔)

ہمارے ملک میں یہ بالکل غلط طریق رہا ہے کہ عورت خاوند سے لڑکر اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاتی ہے اور وہاں بیٹھی رہتی ہے۔ والدین اس کی ناحق طرفداری کرتے ہیں اور فساد بڑھتا ہے دونوں کا معاملہ شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ عورت بحیثیت انسان ایسی ہی انسان ہے جیسے مرد۔ وہ اپنے دین ایمان اور حریت میں ایسی ہی قائم ہے جیسے تم۔ مثال کے طور پر میں بعض عقائد کا ذکر کرتا ہوں جن میں عورت کے مذہب کا احترام لازمی ہے۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ وضو کی حالت میں اگر مرد کسی محرم کو چھوئے تو وضو نہیں ٹوٹا مگر بعض کا عقیدہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اب اگر عورت کا یہ مذہب ہو کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے تو خاوند کا فرض ہے کہ اس کو وضو کی حالت میں نہ چھوئے اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس کے عقیدہ یا مذہب میں دخل دے۔ پس عورت کو اپنے عقائد میں کامل حریت دینی ہوگی۔ ہاں عقل یا دل کے معاملات کی ہم پرواہ نہیں کریں گے۔ مثلاً اگر کوئی عورت یہ کہے کہ میری عقل کہتی ہے یا میرا دل چاہتا ہے کہ فلاں بات یوں نہ ہو تو اس کا احترام لازمی نہیں۔ جب خدا نے ان باتوں کی پرواہ نہیں کی تو ہم کیوں کریں۔ پس یہ اصول صرف شریعت کے عقائد کے متعلق ہیں۔

اسی طرح حیض کے متعلق بھی مسلمانوں کا اختلاف ہے کیونکہ بعض کا خیال ہے کہ عورت کے ساتھ حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل کرنے سے قبل صحبت جائز ہے۔ مگر بعض کے نزدیک غسل کے بعد جائز ہے اگر عورت کا یہ عقیدہ ہو کہ غسل سے قبل صحبت ناجائز ہے تو مرد کا فرض ہے کہ اس کے پاس نہ جائے جس طرح عورت کا فرض ہے مرد کے مذہب کا پاس کرے

اسی طرح مرد کا بھی فرض ہے کہ عورت کے عقائد کا لحاظ کرے۔ پس عورت کو حریت حاصل ہے اگر اس کو مٹاؤ گے تو وہ تم سے ایسی حریت کا مطالبہ کریں گی جو شریعت نے ان کو نہیں دی۔ تم اگر خدا کے انعام حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے معاملات کو درست کرو اور عورتوں کو کامل حریت دو اور ان کے حقوق ادا کرو۔

(الفضل ۲۲۔ اپریل ۱۹۲۷ء صفحہ ۵)

ل النساء : ۳۵